

نوٹس

13
ہندوستانی فن تعمیر

کبھی کبھی یہ اعادہ کرنا انتہائی اہم ہوتا ہے کہ ہمارا تعلق ایک ایسی تہذیب سے ہے جو کم سے کم 4500 برسوں پر پھیلی ہوئی ہے اور جس نے ہماری زندگیوں اور سماج میں تقریباً ہر چیز پر اپنا اثر چھوڑا ہے۔ تصور کیجیے کہ یونیسکو نے عالمی ورثہ کے 830 مقامات کو درج فہرست کیا ہے، جس میں سے 26 ہندوستان میں ہیں۔ یہ دیگر چھ ملکوں سے کم ہے۔ کیا یہ اس قدیم سرزمین کی تخلیقی ذہانت اور صنعت اس کے عوام اور قدرت کے ذریعہ ملا کر دہ تحفوں کا واضح ثبوت نہیں ہے۔ وہ خواہ ماقبل تاریخ بھیم بٹیکا چٹانی آرٹ ہو یا لا تعداد محلات، مساجد، مندر، گردوارے، چرچ یا مقبرے ہوں یا وسیع وعریض شہر اور پر ہیبت استوپ ہوں، ان سے ہندوستان کا فن تعمیر عیاں ہوتا ہے۔

دہلی، آگرہ، جے پور، ممبئی اور کولکاتہ وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے آپ نے بہت سی خوبصورت عمارتیں دیکھی ہوں گی۔ ان عمارتوں میں یادگار تاریخی عمارتیں، محلات، منادر، چرچ، مساجد اور میموریل شامل ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق ماقبل مسیح کے دور سے ہے اور کئی کا تعلق مسیح کی آمد کے بعد کے دور سے ہے۔ کئی نسلیں اس فن تعمیر کا حصہ رہی ہیں، جو آج بھی سینہ تانے کھڑی ہیں اور ہمیں اس عظیم الشان ماضی کی یاد دلاتی ہیں جو ہمارا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فن اور فنِ تعمیر ہندوستانی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ آج ہم اپنے فن تعمیر میں جو ہڑپائی تہذیب کے شہروں سے دستیاب ہوئے ہیں، جس کی امتیازی خصوصیت منفرد شہری منصوبہ بندی تھی۔ ہڑپائی دور کے بعد فن تعمیر کے انداز ہندو، بودھ اور جین زمروں میں تقسیم ہوگئے۔ قرون وسطیٰ کی عمارتوں میں ایرانی اور مقامی فنِ تعمیر کا امتزاج نظر آتا ہے۔ اس کے بعد نوآبادیاتی دور میں ہندوستان میں مغربی فن تعمیر کا اثر شامل ہوگیا۔ ہندوستانی فنِ تعمیر مقامی طرزوں اور بیرونی اثرات کا امتزاج ہے، جس نے اسے اپنی ایک منفرد خصوصیت دی ہے۔



نوٹس

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد:

- مختلف ادوار میں ہندوستانی فن تعمیر اور مجسمہ سازی کی اہم خصوصیات اور مختلف طرزوں کو شناخت کرسکیں گے؛
- تاریخی ادوار میں ہندوستانی فنِ تعمیر کے ارتقاء کے راستوں کو دریافت کرسکیں گے؛
- ہندوستانی فن تعمیر کے فروغ میں بودھ مت اور جین مت کے اشتراک کی شناخت کرسکیں گے؛
- ہندوستان میں مندروں کی تعمیر میں گپت، پلّو اور چولا حکمرانوں کے ذریعہ ادا کردہ رول کو سمجھ سکیں گے؛
- قرون وسطیٰ میں ان مختلف اثرات کی شناخت کرسکیں گے جو تعمیراتی چھاپ کی نشاندہی کرتے ہیں؛ اور
- نوآبادیاتی حکومت کے تحت فن تعمیر کے مختلف اندازوں کے بارے میں بتاسکیں گے۔

13.1 فن تعمیر- ابتدا اور ہندوستانی تناظر

فن تعمیر کوئی جدید مظہر نہیں ہے۔ اس کا آغاز اس وقت سے ہوا تھا جب غاروں میں رہنے والے ابتدائی انسانوں نے زندگی بسر کرنے کے لیے اپنا مسکن بنانے کی شروعات کی تھی۔ انسان پہلی بار اپنا ٹھکانہ بنانے کا آغاز اس وقت کیا جب وہ گھنے جنگلوں کی اپنی قدرتی پناہ گاہوں کو چھوڑ کر باہر آیا۔ انسان کی فنکارانہ صلاحیتوں نے اسے زیادہ بڑے اور زیادہ بہتر ٹھکانوں کی تلاش پر آمادہ کیا۔ اس نے اپنی جمالیاتی حس کے لحاظ سے تعمیر کا کام شروع کیا اور ایسے مکانات تعمیر کیے جو دیکھنے میں بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اس طرح سے فنِ تعمیر کا آغاز ہوا، جو ضرورت، تخیل، معماروں کی صلاحیت اور کارکنوں کی کام کرنے کی صلاحیت کا تال میل تھا۔

عمارت سازی کی شکلیں اور تعمیراتی تفصیلات: عمارت سازی میں مقامی اور علاقائی ثقافتی روایات اور سماجی تقاضے، معاشی خوشحالی، مختلف ادوار کے مذہبی طور طریقے سموئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی لیے فنِ تعمیر کا مطالعہ ثقافتی تنوع کو اجاگر کرنے اور ہندوستان کی ثروت مند روایات کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔

ہندوستان کے مختلف حصوں اور علاقوں میں فن تعمیر ارتقاء کے مختلف ادوار سے گذرا ہے۔ ماقبل تاریخ اور تاریخی ادوار میں قدرتی اور ممکنہ تبدیلیوں کے علاوہ ہندوستانی فن تعمیر کئی بڑے اور اہم تاریخی واقعات سے بھی متاثر ہوتا رہا ہے۔ برصغیر میں بڑی سلطنتوں اور شاہی خاندانوں کے عروج اور پھر ان کے زوال نے ہندوستانی فنِ تعمیر کی افزائش اور اس کے ارتقاء پر فطری اثرات مرتب کیے۔ بیرونی اثرات نے بھی ہندوستانی فن تعمیر کی نوعیت پر اثر ڈالا اور اسی طرح سے ہندوستان کے مختلف علاقوں کے اثرات بھی اس میں سمو گئے۔



نوٹس

آیئے ہم ہندوستانی فن تعمیر کے ارتقا کے عمل پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

13.2 ہڑپائی دور

ہڑپا اور موہنجوداڑو اور وادیٔ سندھ کے دوسرے مقامات کی کھدائیوں ایک انتہائی جدید شہری تمدن کے وجود کا پتہ چلا ہے، جس میں ماہرانہ شہری منصوبہ بندی اور ہنرمند انجینئرنگ کا استعمال کیا گیا تھا۔ بہتر طور پر منصوبہ بند سڑکوں اور گھروں کے ساتھ جدید طرز کے پانی کی نکاسی کے نظام سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں آریائیوں کی آمد سے قبل یہاں ایک نفیس اور باترتیب ثقافت موجود تھی۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب کے مقامات کی کھدائیاں ہندوستانی محکمہ آثار قدیمہ کے سروے کے تحت انجام دی گئی تھیں، جسے برطانوی حکومت نے قائم کیا تھا۔

ہڑپائی باقیات کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1۔ اس کی بستیوں کو تین ہزار سال قبل مسیح کا مانا جاسکتا ہے۔

2۔ کچھ اہم بستیوں کی کھدائی سندھ ندی کے کناروں پر خاص طور پر اس موڑ پر ہوئی تھی، جہاں سے پانی فراہم ہوتا تھا، مصنوعات اور دیگر اشیا کی نقل وحمل کا آسان ذریعہ تھا اور ندی کے قدرتی / رکاوٹوں کے طور پر بعض قسم کا تحفظ حاصل ہوتا تھا۔

3۔ یہ سبھی مقامات احاطہ بند شہروں (walled city) پر مشتمل تھے، جس سے لوگوں کو تحفظ حاصل ہوتا تھا۔

4۔ شہر ان سڑکوں کے جو ایک دوسرے کو زاویہ قائم بناتے ہوئے کاٹتی تھیں کے ساتھ لے آؤٹ کے مستطیلی (rectanguler) گرڈ پیٹرن پر واقع تھے۔

5۔ وادی سندھ کے لوگ عمارتی سامان کے طور پر مٹی کی پکی ہوئی معیاری اینٹوں کا استعمال کرتے تھے۔

6۔ وسیع وعریض بڑی عمارتوں کی بھی شہادت ملتی ہے، جو غالباً عوامی عمارتیں انتظامی یا کاروباری مراکز، ستون والے ہال اور صحن ہوا کرتی تھیں، مندروں کی کوئی شہادت نہیں ملی ہے۔

7۔ عوامی عمارتوں میں اناج کی کوٹھیاں بھی ہوتی تھیں جو اناج کے ذخیرے کے لیے استعمال کی جاتی تھیں، اس سے ایک منظّم جمع اور تقسیم کرنے کے نظام کا پتہ چلتا ہے۔

8۔ بڑی بڑی عوامی عمارتوں کے ساتھ ساتھ ایسی بھی شہادتیں ہیں ایک کمرے والی چھوٹی عمارتیں بھی ہوتی تھیں جو لگتا ہے کہ کام کرنے والے لوگوں کے کوارٹر ہوں گے۔

9۔ ہڑپائی لوگ عظیم انجینئر ہوا کرتے تھے جیسا کہ پائے جانے والے عوامی حمام سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی دریافت موہن جوداڑو میں ہوئی تھی۔ عظیم حمام (Great Bath) جیسا کہ اسے کہا جاتا ہے اب بھی عملی ہیں اور تعمیر میں کوئی رساؤ یا ٹوٹ پھوٹ نہیں ہے۔ عوامی حمام کے موجود ہونے سے ان کی رسمیاتی



غسل اور اس ثقافت میں پائی جانے والی صفائی ستھرائی کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زیادہ تر گھروں میں نجی کنویں اور غسل خانے ہوا کرتے تھے۔

10۔ مغربی حصے میں بعض مقامات پر قلعہ یا کوٹ کی کھدائی ہوئی تھی جو اناج کی کوٹھیوں سمیت عوامی عمارتوں پر مشتمل تھے۔ اسے اس بات کی شہادت کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ ان شہروں پر بعض قسم کی سیاسی اتھارٹی حکمرانی کرتی تھی۔

11۔ احاطہ بند شہروں سے منسلک بڑے بڑے ابواب (دروازوں) کے ساتھ قلعہ بندی کی شہادت ملتی ہے، جن سے ظاہر ہے کہ ان پر حملہ ہونے کا خطرہ موجود رہتا تھا۔

12۔ گجرات کے ایک مقام لوتھل میں گودی کے باقیات بھی ملے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی سمندر کے راستے تجارت پھل پھول رہی تھی۔

دوسری نمایاں خصوصیت شہر کے رہائشی علاقوں میں ایک بہتر منصوبہ بند نظام کا موجود ہونا تھا۔ گھروں کی چھوٹی چھوٹی نالیاں بڑی سڑکوں کے کناروں کے ساتھ بڑی نالیوں سے جڑی ہوئی تھیں، نالیاں ڈھکی ہوئی تھیں اور کھلنے والے ڈھکن لگے ہوئے تھے تاکہ موقع پڑنے پر ان کی صفائی کی جا سکے۔ رہائشی مکانوں کی منصوبہ بندی بھی بہت باریکی کے ساتھ کی گئی تھی۔ گھروں میں لگی ہوئی سیڑھیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اکثر دومنزلہ ہوا کرتے تھے۔ گھروں میں گرد و غبار آنے سے روکنے کے دروازے بغلی سڑک پر لگائے جاتے تھے۔

ہڑپائی فن تعمیر کی سب سے اہم خصوصیت شہری منصوبہ بندی کی ان کی بہتر صلاحیتیں تھیں اور انھوں نے اپنے شہر واضح جیومیٹریکل نمونے یا خطوطی لے آؤٹ کے مطابق تعمیر کیے تھے۔ سڑکیں ایک دوسرے کو چوراہوں پر قطع کرتی تھیں اور ان کو اچھی طرح سے بنایا گیا تھا۔ چونکہ وادی سندھ کی آبادیاں دریا کے کناروں پر بسی ہوئی تھیں اس لیے ان کو اکثر و بیشتر سیلابوں کی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس قدرتی آفت کے باوجود نئی بستیاں اسی جگہ پر بسائی جاتی تھیں۔ چنانچہ کھدائیوں کے دوران تہہ در تہہ بستیاں دریافت ہوئی ہیں۔ دوسری صدی قبل مسیح کے قریب وادیٔ سندھ تہذیب کا زوال اور پھر اس کی تباہی آج بھی ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔

اچھی طرح سے پکائی ہوئی اینٹوں متعدد موٹی پرتوں کو کھریا مٹی کے بنے گارے سے جوڑا جاتا تھا جس کا مقصد پوری عمارت کو انتہائی مضبوط اور مستحکم بنانا تھا۔ عمارتوں کی مضبوطی کو اس حقیقت سے جانا جا سکتا ہے کہ پانچ ہزار برسوں کی تاراجی اور پامالی کا سامنا کرنے کے باوجود یہ برقرار رہیں۔

ہڑپائی مجسمہ سازی اور دستکاری کی جانکاری اور ہنر رکھتے تھے۔ رقص کناں لڑکی کا دنیا کا پہلا کانسے کا مجسمہ موہنجوداڑو کی کھدائیوں کے دوران دریافت ہوا ہے۔ یوگا کے انداز میں بیٹھے ہوئے ایک مرد کی ٹیراکوٹا کی بنی ہوئی شبیہ بھی اسی جگہ کھدائی کے دوران دریافت ہوئی۔ اسی جگہ کی کھدائیوں سے خوبصورت زیورات، نرم پتھر



نوٹس

کی مہریں جن پر عکسی تحریریں اور کوہان والے بیلوں کی تصاویر، ایک سینگ والے پشوپتی کی تصویر بنی ہے، ملی ہیں۔

ویدک آریائی، جو ہڑپائیوں کے بعد اس ملک میں آئے، کھڑی، بانس اور نرسلوں سے بنے ہوئے گھروں میں رہتے تھے۔ آریائی ثقافت بڑی حد تک ایک دیہی ثقافت تھی اور اسی لیے اس میں بڑی عمارتوں کی کچھ ہی مثالیں ملی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آریائی شاہی محلات اور اسی طرح کی دوسری بڑی عمارتوں کے لیے فنا پذیر موادوں مثلاً لکڑی کا استعمال کرتے تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر تباہ ہوگئیں۔ ویدک دور کی سب سے اہم خصوصیت آتشیں قربان گاہ بنانا تھا جو جلد ہی لوگوں کی سماجی اور مذہبی زندگی کا ایک اہم حصہ بن گیا اور ہون کی شکل میں اس کا رواج آج بھی موجود ہے۔ ہندوؤں کے گھروں میں، اور خاص طور سے شادی بیاہ کے موقعوں پر یہ ہون آج بھی ایک اہم رول ادا کرتے ہیں۔ جلد ہی آگ کی پرستش کے لیے آنگنوں اور منڈپوں میں ہون تعمیر کیے جانے لگے اور یہ عمارت سازی کی ایک اہم خصوصیت بن گئے۔ ہمیں گروکلوں اور مٹھوں کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ویدک دور کا کوئی بھی ڈھانچہ آج موجود نہیں ہے۔ فنِ تعمیر کی تاریخ میں ان کا حصہ اپنے گھروں کی تعمیر کے لیے اینٹوں اور پتھروں کے ساتھ لکڑی کا استعمال کرنا تھا۔

چھٹی صدی قبل مسیح ہندوستانی تاریخ کے ایک اہم اور نمایاں دور میں داخل ہوا۔ دو نئے مذاہب بودھ مت اور جین مت ابھر کر سامنے آئے اور ویدک دھرم میں بھی تبدیلیاں ہوئیں۔ تقریباً اس کے ساتھ ہی بڑی ریاستیں وجود میں آئیں جس نے ایک نئی طرز کی تعمیر فراہم کی۔ اس دور کے ساتھ ہی یعنی مگدھ سلطنت کی توسیع نے فنِ تعمیر کو تیز رفتاری سے فروغ دیا۔ اس دور کے بعد سے ہندوستانی فن تعمیر کی بغیر کسی رکاوٹ کے کھوج کرنا ممکن ہوگیا۔

بودھ مت اور جین مت کے وجود سے فنِ تعمیر کی قدیم طرز کے فروغ میں مدد ملی۔ بودھ استوپ ان جگہوں پر تعمیر کیے گئے جہاں بودھ کے باقیات کو محفوظ کیا گیا تھا اور ان جگہوں پر بھی استوپ بنائے گئے جہاں گوتم بدھ کی زندگی کے اہم واقعات رونما ہوئے تھے۔ ان استوپوں کے کیچڑ کے بڑے ڈھیروں سے بنایا گیا تھا اور ان کو احتیاط کے ساتھ پکی ہوئی اینٹوں سے گھیر دیا جاتا تھا۔ ایک استوپا کو گوتم بدھ کی جائے پیدائش لمبنی میں بنایا گیا۔ دوسرا استوپ گیا میں تعمیر کیا گیا جہاں گوتم بدھ کو بصیرت حاصل ہوئی تھی۔ تیسرا استوپ سارناتھ میں بنایا گیا جہاں اسّی سال کی عمر میں ''مہاپری نروان'' حاصل کرتے ہوئے ان کی موت ہوئی تھی۔

بودھ کا تدفینی ٹیلہ اور ان کی زندگی کے اہم واقعات کے مقامات ملک میں فنِ تعمیر کے اہم سنگ میل بن گئے۔ یہ بودھ کے راہبوں اور راہباؤں کے لیے مقدس مقامات ہیں۔ ان ہی جگہوں پر خانقاہیں، تبلیغی مراکز تعمیر کیے گئے۔ مجلسی (اجتماع) (چیتیہ) بھی ان ہی جگہوں پر بنائے گئے جہاں تدریس ہوتی تھی اور



راہبوں اور عام آدمیوں کے درمیان باہم بات چیت ہوتی تھی۔

اس دور کے بعد سے مذہب نے فن تعمیر پر اثر ڈالنا شروع کر دیا۔ بودھوں اور جینیوں نے استوپ، وہار اور چیتیہ تعمیر کیے جبکہ پہلے مندر کی تعمیر گپتا راجاؤں کے دور میں شروع ہوئی۔



متن پر مبنی سوالات 13.1

1۔ ہندوستانی ثقافت کے ارتقا سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

2۔ ہڑپائی قوم نے اپنی تہذیب کی کس طرح حفاظت کی؟

3۔ ہڑپائی قوم کا انجینئرنگ ہنر کس چیز سے ظاہر ہوتا ہے؟

4۔ بودھ کے باقیات کہاں دفن ہیں؟

5۔ بودھ کا مجسمہ کہاں سے دریافت کیا گیا؟

6۔ ہندوستان میں پہلا مندر کب تعمیر کیا گیا؟

7۔ استوپ، وہار اور چیتیہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

8۔ بندرگاہ کی کھدائی کہاں کی گئی؟

13.3 ابتدائی تاریخی دور

ہندوستانی فن تعمیر کے ایک اہم مرحلہ کا آغاز موریائی دور سے ہوتا ہے۔ موریائی قوم کی مادّی خوشحالی اور ایک نئی مذہبی بیداری سبھی میدانوں میں کامیابیوں کا سبب بنی۔ سیلوکارمنیکا تور کے ایرانی سفیر میگاستھینس جو موریائی دربار میں آیا تھا، چندر گپت موریہ کے محل کو فنِ تعمیر کا نادر نمونہ بتایا۔ یہ وسیع و عریض اور عالیشان محل



نوٹس

کولکڑی کو تراش کر بنایا گیا تھا۔



Buddhist Monuments at Sanchi

موریائی دور (322 سے 182 قبل مسیح) اور خاص طور سے اشوک کے عہد حکومت میں فنِ تعمیر میں زبردست اور تیز رفتار پیش رفت ہوئی۔ موریائی فن اور فن تعمیر میں ایرانی اور یونانی اثر نظر آتا ہے۔ اشوک کے دور حکومت میں کئی یک سنگی ستون ایستادہ کیے گئے، جن پر ''رہما'' کی تدریس کو کندہ کیا۔ اوپری حصہ پر جانوروں کی شبیہات کے ساتھ یہ انتہائی چمکدار ستون منفرد اور شاندار ہیں۔ سارناتھ میں شیر کے سر کے ساتھ ستون کو ہندوستان کے نشان کے طور پر اپنایا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ستون کا وزن تقریباً 50 ٹن ہے اور ان کی اونچائی تقریباً 50 فٹ ہے۔



سانچی اور سارناتھ کے استوپ موریائی فن تعمیر کی کامیابی کی علامتیں ہیں۔ سانچی استوپ کا دروازہ خوبصورت مجسموں سے مزین ہے جن کے ذریعہ ٹھیک کی کہانیوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اور یہ مجسمے کاریگروں کے ہنر اور ان کی جمالیاتی حس کا اظہار کرتے ہیں۔

یونانی اور ہندوستانی آرٹ کے امتزاج کے نتیجہ میں گندھرو آرٹ کا وجود ہوا جو بعد کے ادوار میں فروغ پذیر ہوا۔ آرٹ اور فن تعمیر کے دیگر مکاتب فکر مقامی متھرا مکتب فکر اور امراوتی مکتب فکر تھے۔ ان مکاتب فکر کے کاریگروں نے پہلی صدی عیسوی میں کشان راجاؤں کے دورِ حکومت میں بودھ کے لاتعداد مجسمے بنائے۔

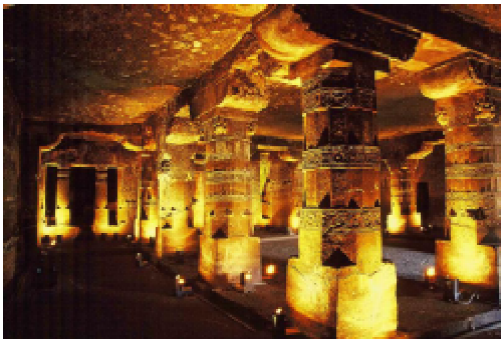

آرٹ کے گندھارا مکتب فکر کے تحت گوتم بدھ کے قد آدم مجسمے یونانی دیوتاؤں کے انداز میں بنائے گئے۔ گو کہ ان کے پس پردہ تصور، محرکات اور موضوعات سبھی ہندوستانی تھے۔ ان مجسموں کو خوبصورت بنانے کے لیے بیش قیمت زیورات، ملبوسات اور پوشاکیں استعمال کی



جاتی تھیں۔ یہ مجسمے پتھر، ٹیرا کوٹا اور سمینٹ جیسے مواد اور مٹی سے تیار کیے جاتے تھے۔

متھرا مکتب فکر کی مورتیاں دھبے دار سرخ پتھر سے تیار کی جاتی تھیں، وہ اپنے انداز سے روحانی نظر آتی تھیں۔ ان میں ہمیں بودھ کے علاوہ جین دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں بھی ملتی ہیں۔

امراوتی مکتب فکر آندھرا علاقہ کے ست واہنوں کی سرپرستی میں پروان چڑھا۔ امراوتی میں دریائے گوداوری کے ذیلی علاقہ میں ایک بہت بڑا استوپ تعمیر کیا گیا۔ اس استوپ کی دیواروں کو باس خدو خال سے سجایا گیا ہے اور اس میں تمغہ نما لوح اور مزین پینل تراشے گئے ہیں۔ ایک اور جگہ ناگ ارجن کونڈا بھی بودھ فن تعمیر کے لیے مشہور ہے۔

گپتا راجاؤں کا عہد الگ تھلگ کھڑے ہوئے ہندو مندروں کی تعمیر کا آغاز تھا۔ اس کی ایک مثال جھانسی ضلع میں دیوگڑھ کا مندر ہے۔ جس میں ایک مرکزی زیارت گاہ یا گربھ گرہ ہے، جہاں پر دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اس طرح کے مندروں کی ایک دوسری مثال کانپور میں بھیتری گاؤں کا مندر ہے۔

غاروں میں کی گئیں تعمیرات

غاروں میں کی گئی تعمیرات ایک منفرد خصوصیت کی حاصل ہیں اور ہندوستانی فنِ تعمیر میں ایک اہم مرحلہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ دوسری صدی قبل مسیح سے 10ویں صدی عیسوی تک ایک ہزار سے زیادہ غاروں کی کھدائی کی گئی۔ ان میں سے مشہور اجنتا اور ایلورا کی گپھائیں ہیں جو مہاراشٹر میں ہیں۔ اس کے علاوہ اس طرح کی گپھائیں اڑیسہ کے اودے گری شہر میں بھی ہیں۔ ان گپھاؤں میں بودھ وہار، چیتیہ کے ساتھ ساتھ منڈپ اور ہندو دیوتاؤں اور دیویوں کے ستون دار مندر بھی تعمیر کیے گئے ہیں۔

چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے مندر



Group of Monuments at Mahabalipuram

بھاری چٹانوں کو تراش کر مندر بنائے جاتے ہیں۔ چٹانوں کو کاٹ کر بنائے گئے قدیم ترین مندروں کو عیسائی دور کے اوائلی برسوں میں مغربی دکن میں دریافت کیا گیا۔ کارے میں بنا چیتیہ اس کی ایک قابل ذکر مثال ہے، جن میں اونچے ہال اور چمکدار مزین دیواریں ہیں۔ راشٹرکٹ راجاؤں کا بنوایا ہوا ایلورا کا کیلاش مندر اور پلووں کا بنوایا ہوا مہابلی پورم کا رتھ



نوٹس

مندر چٹانوں کو کاٹ کر بنائے ہوئے مندروں کی دوسری مثالیں ہیں۔
یہ بہت ممکن ہے کہ چٹانوں کی پائداری اور ان کی مضبوطی نے فن کے سرپرستوں اور معماروں کو ان مندروں کو خوبصورت مورتیوں سے سجانے کی جانب مائل کیا ہو۔

بغیر دوسری عمارت کے سہارے کھڑی تعمیر کیے گئے مندر

مندروں کی تعمیر کی سرگرمیاں، جن کا آغاز گپت راجاؤں کے عہد میں ہوا تھا، بعد کے ادوار میں بھی جاری رہیں۔ جنوبی ہندوستان میں پلّو، چول، پانڈیا، ہوشیالہ اور بعد کے ادوار میں وجے نگر ریاست کے حکمراں مندروں کے عظیم معمار تھے۔ پلّو حکمرانوں نے مہابلی پورم میں سمندر کے کنارے پر مندر تعمیر کروایا۔ پلّو حکمرانوں نے ہی کانچی پورم میں کیلاش ناتھ اور بیکنٹھ پیرومل مندر تعمیر کروائے چول راجاؤں نے بھی کئی مندر تعمیر کرائے، جن میں تنجور کا برہدیشور مندر سب سے زیادہ مشہور ہے۔ چول راجاؤں نے جنوبی ہندوستان میں مندر کی تعمیر کا ایک انوکھا انداز رائج کیا جسے دراوڈ انداز کہا جاتا تھا۔ اس طرح کے مندروں میں ''رمان'' یا ''شکھر'' بلند دیواریں اور بلند دروازے ہوتے تھے، جن کے اوپری حصہ پر ''گوپورم'' بنا ہوتا تھا۔ بیلور ہیلبد میں عظیم الشان مندر تعمیر کیے گئے جہاں پر پتھروں پر کندہ کاری اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔



شمالی اور مشرقی ہندوستان میں بھی عالیشان مندر تعمیر کیے گئے اور یہ مندر ناگرا انداز کے مطابق تعمیر کیے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر میں شکھر (گھماؤ دار چھت) گربھ گرہ (عبادت گاہ) اور منڈپ (ستون دار ہال) موجود ہیں۔
اڑیسہ میں کچھ بہت خوبصورت مندر ہیں۔ مثال کے طور پر لنگا راجاؤں کے ذریعہ بنایا گیا لنگا راج مندر اور بھونیشور کا مکتیشور مندر اور پوری کا جگن ناتھ مندر۔


Kandariya Mahadev Temple

کونارک کا سوریہ مندر مشرقی گنگا راجہ نرسمہا دیو اول نے تیرہویں صدی عیسوی میں بنایا تھا۔ یہ مندر سورج (سوریہ دیوتا) سے منسوب کیا گیا تھا اور اس کا ڈیزائن بارہ پہیوں کے رتھ جیسا ہے۔
کھجوراہو میں مندروں کا مجموعہ مدھیہ پردیش کے بندیلکھنڈ علاقہ میں چندیلا راجاؤں



نے دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی کے دوران تعمیر کرایا۔ ان میں سب سے زیادہ اہم مندر کیندریہ مہادیو مندر ہے۔

راجستھان میں ماؤنٹ آبو کا دلوارہ مندر بہت مشہور ہے۔ یہ مندر جین تیرتھنکروں سے منسوب ہے۔ اس مندر کو خالص سفید سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے اور عمدہ اور نازک مجسموں سے سجایا گیا ہے۔ ان مندروں کو سولنکی راجاؤں کی سرپرستی میں تعمیر گیا گیا تھا۔

گجرات کا سومناتھ مندر، بنارس کا وشوناتھ مندر، متھرا کا گووندا مندر، گوہاٹی کا کامکھیا مندر، کشمیر کا شنکر آچاریہ مندر اور کولکاتہ کے کالی گھاٹ میں کالی مندر کچھ دیگر مندر ہیں۔ جو برصغیر ہند میں مندروں کی تعمیر کے ذوق کا ثبوت ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 13.2

1۔ میگاستھنیز نے چندر گپت موریہ کے محل کا ذکر کن الفاظ میں کیا تھا؟

2۔ ان دو استوپوں کے نام بتایئے جو موریائی فنِ تعمیر کی کامیابیوں کی یاد دلاتے ہیں؟

3۔ اشوک کے دور میں دھام کی تدریس کہاں کندہ کی گئی تھیں؟

4۔ قدیم ہندوستان میں فن تعمیر کے کچھ مکاتب فکر کے نام بتایئے۔

5۔ اودے گری گپھائیں کہاں ہیں؟

6۔ ایلورا کا کیلاش مندر کس نے تعمیر کرایا تھا؟

7۔ مہابلی پورم کا رتھ مندر کس نے بنوایا تھا؟

8۔ فن تعمیر کا دراوڑ انداز کیا تھا؟

9۔ تنجور میں چول راجہ کے ذریعہ تعمیر کرائے گئے مندر کا نام بتایئے۔

10۔ فن تعمیر کے ناگر انداز کی وضاحت کیجیے۔

11۔ کونارک کا سوریہ مندر کس نے بنوایا تھا؟

12۔ راجستھان میں ماؤنٹ آبو کے مقام پر مشہور جین مندر کا نام بتایئے؟

13.4 قرون وسطیٰ کا فنِ تعمیر

دہلی سلطنت



تیرہویں صدی عیسوی میں ترکوں کی آمد کی ساتھ ایران، عرب اور وسطی ایشا کے فن تعمیر کی نئی تکنیکیں ہندوستان آئیں۔ ان عمارتوں کی انجینئرنگ خصوصیات گنبد، محرابیں اور مینار تھے۔ بادشاہوں کے ذریعہ تعمیر کردہ محلات، مساجد اور مقبروں میں یہ خصوصیات موجود تھیں اور ان خصوصیات کے ساتھ مقامی فن تعمیر کی خصوصیات کا امتزاج بھی ملتا ہے۔ اس نئے امتزاج سے تعمیرات کا ایک نیا انداز حاصل ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ترک بادشاہوں نے مقامی ہندوستانی دستکاروں کی خدمات حاصل کیں جو بہت ہنر مند تھے اور ان کے پاس کافی عمارتوں کو بنانے کا تجربہ بھی تھا۔ اس دور کی عمارتوں میں اسلامی ڈھانچہ کا سادہ پن اور خود ان کے اپنے ڈیزائن اور گل وبوٹے کی تفصیلات نظر آتی ہیں۔ اس دور کی بنی عمارتوں کی ایک خصوصیت مرکزی روش تھی جو تقریباً سبھی عمارتوں میں موجود ہے۔

اس دور کی بنی ہوئی اولین عمارت مسجد قوت الاسلام اور قطب مینار ہے۔ قطب مینار کی اونچائی 70 فٹ ہے۔ یہ نیچے سے چوڑا اور اوپر کی جانب پتلا ہوتا چلا گیا ہے۔ اس کی پانچ منزلیں ہیں۔ اس مسجد اور مینار دونوں ہی میں خوبصورت کتابت میں کندہ کاری کی گئی ہے۔ سلطانوں کے ذریعہ بعد میں دوسری کئی عمارات



نوٹس

تعمیر کروائی گئیں۔ علاء الدین خلجی نے مسجد قوت الاسلام کی توسیع کی اور مسجد کے احاطے میں ایک بڑا دروازہ تعمیر کروایا۔ اس دورازے کو الاہی (Alahi) دروازہ کہا جاتا ہے اور یہ آج بھی فن تعمیر کا ایک انتہائی خوبصورت نمونہ ہے۔ تزئینی عناصر کا استعمال کر کے اس عمارت میں اور زیادہ خوبصورتی پیدا کی گئی ہے۔ دہلی کا حوض خاص بھی سلطان علاء الدین خلجی نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ ایک ہائڈرولک ڈھانچہ ہے۔ محمد تغلق، فیروز تغلق کے مقبرے اور تغلق آباد کے قلعے کچھ دیگر مثالیں ہیں۔ گو کہ اس دور کی عمارتیں خوبصورت نہیں ہوتی تھیں، لیکن ان کی دیواریں بے حد مضبوط، چوڑی اور متاثر کن ہوتی تھیں۔ افغان دور حکومت میں دہلی میں ابراہیم لودھی اور سہسرام میں شیر شاہ کے مقبرے تعمیر کیے گئے۔ اس دور کی عمارتوں سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ معماروں نے مقامی اندازوں کو کس طرح اپنایا اور استعمال کیا۔ ان برسوں کے دوران ترک اس ملک میں بسنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یہاں کے بادشاہوں کو منگولوں کی جانب سے خطرے کا سامنا تھا جو شمال کی جانب سے اچانک حملے کرتے تھے۔ اسی لیے اس دور کی عمارتیں مضبوط بنائی جاتی تھیں۔

علاقائی مملکتیں

بنگال، گجرات اور دکن میں علاقائی مملکتوں کے قیام کے بعد ان علاقوں میں اپنے انداز کے مطابق خوبصورت عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ جامع مسجد، سعدی سید مسجد اور احمد آباد کے ملتے ہوئے مینار اس فنِ تعمیر کی کچھ مثالیں ہیں۔ مانڈو (وسطی ہندوستان) میں جامع مسجد، ہنڈولا محل اور جہاز محل جیسی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ دکن کے سلطانوں نے بھی کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ گلبرگ کی جامع مسجد بیدر میں مدرسہ محمد غوث، ابراہیم رضا، بیجاپور میں گول گنبد اور گولکنڈہ کا قلعہ دکن کی کچھ مشہور تاریخی عمارتیں ہیں۔ گول گنبد کا گنبد دنیا میں سب سے بڑا ہے۔ یہ سبھی عمارتیں اپنے ڈیزائن اور انداز کے لحاظ سے شمالی ہند کی عمارتوں سے مختلف ہیں۔ بنگال میں کئی عمارتوں کی بیضاوی شکل اور چھت کی تعمیر کا انوکھا انداز بنگال کے فنِ تعمیر کی امتیازی خصوصیت ہے جو ادنیہ مسجد اور پنڈوا میں جلال الدین کے مقبرے، گوڑ میں خیل دروازہ اور تانتی پورہ مسجد میں نظر آتی ہے۔ جون پور میں شرقی بادشاہوں کے ذریعہ تعمیر کردہ اٹالا مسجد میں گنبد کو ایک بڑے اسکرین (جالی) سے کور کیا گیا ہے۔ جبکہ مالوہ میں ہوشنگ شاہ کے مقبرے کی پوری عمارت کو سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس پر دستکاروں نے زرد اور سیاہ سنگ مرمر سے بڑی مہارت کے ساتھ مرصع کاری کی ہے۔ اس دور کے دوران قائم ہوئی وجے نگر ریاست کے حکمرانوں نے کئی خوبصورت عمارتیں اور مندر بنوائے۔ گو کہ آج ہامپی میں وٹھالی سوامی اور ہزار رام کے مندروں کے صرف کھنڈرات باقی رہ گئے ہیں، لیکن یہ بھی عمارت سازی کی اچھی مثال تھے۔

بہمنی

بہمنی سلطانوں نے ایران، شام، ترکی اور جنوبی ہندوستان کے مندروں سے عمارت سازی کے انداز



نوٹس

مستعار لیے۔گلبرگ کی جامع مسجد کافی مشہور ہے۔اس مسجد کے صحت کو بڑی تعداد میں گنبدوں سے کور کیا گیا ہے اور یہ ہندوستان میں واحد مسجد ہے، جس کا صحن کور کیا گیا ہے۔

مغل



مغلوں کی آمد فن تعمیر میں ایک نئے دور کی ابتدا تھی۔ عمارت سازی کی طرزوں کا امتزاج جس کا آغاز اس سے قبل ہو چکا تھا، اس دور میں اپنے عروج پر پہنچ گیا۔مغل طرز کی عمارت سازی کا سلسلہ اکبر کے دور میں شروع ہوا۔اس دور کی پہلی عمارت ہمایوں کا مقبرہ تھا۔ اس عالیشان عمارت کی تعمیر میں سرخ پتھر کا استعمال کیا گیا ہے۔اس کا ایک مرکزی دروازہ ہے اور اس مقبرے کے چاروں اطراف میں پارک اور باغات ہیں۔کئی لوگ اس کو تاج محل کا پیش رو سمجھتے ہیں۔اکبر نے آگرہ اور فتح پور سیکری میں قلعوں کی تعمیر کرائی۔سیکری کا بلند دروازہ مغلوں کی شان وشوکت کی عکاسی کرتا ہے۔اس عمارت کو اکبر کی گجرات پر فتح کے بعد تعمیر کیا گیا تھا۔ بلند دروازے کی محراب تقریباً 41 میٹر اونچی ہے اور یہ شاید دنیا کا سب سے مرعوب کن دروازہ ہے۔سلیم چشتی کا مقبرہ، جودھا بائی کا محل، عبادت خانہ، بیربل کا گھر اور فتح پور سیکری کی دوسری عمارتیں ایرانی اور ہندوستانی عناصر کا امتزاج ہیں۔ جہانگیر کے دور حکومت میں آگرہ کے نزدیک سکندرہ میں اکبر کا مقبرہ تعمیر کیا گیا۔اس نے اعتمادل الدولہ کا مقبرہ تعمیر کروایا، جس کی پوری عمارت سنت مرمر سے تعمیر کی گئی۔شاہ جہاں مغل بادشاہوں میں سب سے عظیم معمار تھا۔اس نے سنگ مرمر کا کثرت سے استعمال کیا۔خوبصورت اور نازک مرصع کاری، خوبصورت محرابیں اور مینار اس کی عمارتوں کی نمایاں خصوصیت تھی۔ دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد اور سب سے بڑھ کر تاج محل شاہ جہاں کے ذریعہ تعمیر کردہ عمارتوں میں شامل ہیں۔تاج محل، شاہ جہاں کی ملکہ کا مقبرہ، کو سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس میں مغل دور میں رائج عمارت سازی کی سبھی خصوصیات موجود ہیں۔اس کا ایک مرکزی گنبد ہے اور چار نفیس مینار ہیں۔ صدر دروازہ، مرصع کاری اور عمارت کے چاروں طرف باغات کی موجودگی اس عمارت کو اور بھی زیادہ خوبصورت بناتی ہے۔مغل طرز کی تعمیرات نے بعد کے ادوار کی عمارتوں پر گہرا اثر ڈالا۔ان عمارتوں میں قدیم ہندوستان کی عمارت سازی کا گہرا اثر نظر آتا ہے اور ان میں برآمدے، صحن اور ستون موجود ہیں۔اس طرز کی عمارت سازی میں پہلی مرتبہ زندہ چیزوں۔ ہاتھی، شیر، مور اور دوسرے پرندوں کی شبیہات کو دیوار گیریوں میں بنایا گیا۔



نوٹس

اس کے بعد اس ملک میں انگریز آئے جنھوں نے 200 برسوں تک حکومت کی اور انھوں نے اپنی عمارتوں میں نوآبادیاتی طرز کے فن تعمیر کا استعمال کیا۔

اکبر کے ذریعہ فتح پور سیکری میں تعمیر کردہ یادگاریں

مغل طرز کی عمارت سازی کا سلسلہ اکبر کے دور حکومت میں شروع ہوا۔ اس نے کئی اہم عمارات تعمیر کروائیں۔ اس کا سب سے شاندار کارنامہ آگرہ سے چالیس کلومیٹر دور فتح پور سیکری کو اپنی راجدھانی بنانا تھا۔ فتح پور سیکری پتھروں کی داستان ہے۔ صوفی سلیم چشتی کی درگاہ اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے نفیس ہے۔ جودھا بائی کا محل قدیم ہندوستانی فن تعمیر کی ایک عمدہ مثال ہے۔ جامع مسجد کو ایرانی طرز کے مطابق تعمیر کیا گیا ہے۔ دیوان عام اور دیوانِ خاص اپنی منصوبہ بندی اور سجاوٹ کے لحاظ سے مشہور ہیں۔ عبادت خانہ اور پنچ محل دوسری قابلِ ذکر عمارتیں ہیں۔ پنچ محل پانچ منزلہ اہرامی عمارت ہے۔ اس کو بودھ وہار کے طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔

1526ء سے مغل فن تعمیر نے مقبرۂ سازی ایک بالکل ہی مختلف شکل دی۔ ان کو چبوتروں پر تعمیر کیا گیا۔ اور ان کو چاروں طرف سے باغات سے گھیرا گیا ہے جن میں آرائشی فوارے لگے ہوتے تھے۔ اس طرز تعمیر کی ایک مشہور مثال فتح پور سیکری کی مسجد ہے، جس میں 290ft×470ft کے تین گنبد ہیں اور دو شاہی مقبرے ہیں۔

ایک دوسرا مشہور مقبرہ آگرہ میں اکبر کا مقبرہ ہے۔ (1593-1613) شاہ جہاں کے ذریعہ تعمیر کروایا گیا تاج محل (1630) کا شمار دنیا کے عجائب میں ہوتا ہے۔ یہ 18 فٹ اونچے اور 313 فٹ کے مربع چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ اس مربع کے ہر کونے پر 133 فٹ بلند مینار بنے ہوئے ہیں۔ مرکزی گنبد 80 فٹ بلند ہے اور اس کا قطر 58 فٹ ہے۔ سنگ مرمر کی دیواروں پر عقیق اور پشپ جیسے نیم قیمتی پتھروں سے مرصع کاری کی گئی ہے۔ تاج محل دریائے جمنا کے کنارے پر بنا ہوا ہے۔ اور سنگ مرمر کے چبوتروں، فواروں اور جھیلوں سے گھیرا ہوا ہے، جس کے کناروں پر سائپرس کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ مغل فنِ تعمیر بھی معدوم ہونے لگا۔ مغل دور میں فن تعمیر کی ایک منفرد خصوصیت مقبروں اور دوسری عمارتوں کے ارد گرد خوبصورت باغات تیار کرنا تھا۔ کشمیر اور لاہور کے شالیمار باغات بالترتیب جہانگیر اور شاہ جہاں نے بنوائے تھے۔ مغلوں نے ہندوستان میں ثقافت اور فنِ تعمیر کو فروغ دیا۔



نوٹس

متن پر مبنی سوالات 13.3

1۔ ترکوں کے فنِ تعمیر کی طرز کیا تھی؟

2۔ سلطنت دور میں تعمیر ہوئے کچھ مقبروں اور مساجد کے نام بتایئے۔

3۔ دنیا کا سب سے بڑا گنبد کون سا ہے؟

4۔ پیتر ادورا کیا ہے؟

5۔ کون سی عمارت مغل سلطنت کے جاہ وجلال کو ظاہر کرتی ہے؟

13.5 نوآبادیاتی فنِ تعمیر اور جدید دور

نوآبادیاتی اثر کو دفتری عمارتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یوروپی نے جو سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان آنا شروع ہوئے، یہاں کئی چرچوں اور دوسری عمارتوں کی تعمیر کی۔ پرتگالیوں نے گوا میں کئی چرچ تعمیر کیے جن میں سے بیسیلکا بوم جیسیس کا چرچ اور سینٹ فرانسس کا چرچ بہت مشہور ہیں۔ انگریزوں نے انتظامی اور رہائشی عمارتیں تعمیر کیں۔ ستون دار عمارتوں مثلاً پارلیمنٹ ہاؤس اور کناٹ پلیس میں رومی اور یونانی اثر کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ماہر معمار لیوٹن نے راشٹر پتی بھون کا ڈیزائن بنایا تھا جو اس سے قبل وائسرائے کی رہائش گاہ تھی اس کو ریگی پتھروں سے بنایا گیا ہے اور راجستھان میں بنی جالیوں اور چھتروں کو اس کے ڈیزائن میں استعمال کی گیا ہے۔ برطانوی ہندوستان کی سابق راجدھانی کلکتہ کا وکٹوریہ میموریل سنگ مرمر سے بنی ہوئی عمارت ہے۔ اس وقت یہ ایک میوزیم ہے، جس میں نوآبادیاتی دور کے نوادرات نمائش کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ رائٹرز بلڈنگ جہاں برطانوی دور سے حکومتی افسران کی نسلوں نے کام کیا ہے، آزادی کے بعد سے بنگال کا انتظامی مرکز ہے، کلکتہ میں سینٹ پال کیتھڈرل جسے چرچوں کی عمارتوں کی تعمیر میں کچھ گاتھی عناصر کو دیکھا جاسکتا ہے۔ انگریزوں نے کچھ اثر انگیز ریلوے ٹرمنل مثلاً بمبئی کا وکٹوریہ ٹرمنل بھی اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ 1947 میں آزادی کے بعد عمارت سازی میں زیادہ عصری طرزوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔ چنڈی



گڑھ کی عمارتوں کا ڈیزائن فرانسیسی معمار کوربزیر نے تیار کیا ہے۔ دہلی میں انڈیا انٹرنیشنل سینٹر کا ڈیزائن، آسٹریائی معمار اسٹین کا تیار کردہ ہے، جہاں دنیا بھر کے دانشوروں کی کانفرنسیں ہوتی ہیں اور ابھی حال ہی میں انڈیا ہیبیٹیٹ سینٹر کا ڈیزائن بھی اسی معمار نے تیار کیا تھا جو راجدھانی میں دانشورانہ سرگرمیوں کا مرکز ہے۔

گذشتہ کچھ دہائیوں میں کچھ باصلاحیت ہندوستانی معمار بھی سامنے آئے ہیں۔ ان میں سے کچھ نے فنِ تعمیر کے اداروں مثلاً اسکول آف پلاننگ اینڈ آرکیٹکچر (اس پی اے) دہلی میں تربیت حاصل کی ہے۔ راج ریول اور چارلس کوریا معماروں کی اس نسل کے نمائندے ہیں۔ راج ریول نے دہلی میں ''اسکوپ'' کمپلکس اور جواہر ویاپار بھون کے ڈیزائن تیار کیے۔ انھیں مواد تعمیراتی موادوں کو استعمال کرنے پر فخر ہے اور وہ اپنی بنائی ہوئی عمارتوں میں رومن پلازوں کی سیڑھیوں اور کھلی جگہوں کی آمیزش کرتے ہیں۔ اس کو ایک مثال دہلی میں سی آئی ای ٹی کی عمارت ہے۔ ممبئی کے چارلس کوریا نے دہلی کی جیون بیمہ بھون کا ڈیزائن تیار کیا تھا۔ وہ کثیر منزلہ عمارتوں میں شیشہ کے بنے عمارتی رخ کا استعمال کرتے ہیں جس سے روشنی کے منعکس ہونے کے ساتھ ساتھ آسمان کو چھوتی بلندی کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے۔

گذشتہ دہائی میں مقامی فن تعمیر میں سبھی میٹروپالیٹن شہروں میں ہاؤسنگ سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں جو تعمیرات میں اعلیٰ درجے کی افادیت کے ساتھ جمالیاتی حسن کا تال میل کر رہی ہیں۔



متن پر مبنی سوالات 13.4

1۔ گوا میں پرتگالیوں کے ذریعہ بنائے ہوئے سب سے مشہور چرچ کون سے ہیں؟

2۔ راشٹرپتی بھون کا ڈیزائن تیار کرنے والے آرکیٹیکٹ کا نام بتایئے۔

3۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے دوران بنی عمارتوں میں عمارت سازی کی کس طرز کا استعمال کیا گیا ہے؟

4۔ کلکتہ کی وکٹوریہ میموریل عمارت میں آج کل کن چیزوں کی نمائش ہوتی ہے؟

5۔ چنڈی گڑھ شہر کا ڈیزائن کس نے تیار کیا تھا؟



نوٹس

6۔ اس آرکیٹیکٹ کا نام بتایئے، جس نے انڈیا انٹرنیشنل سینٹر، دہلی کا ڈیزائن تیار کیا تھا؟

7۔ جدید ہندوستان کے کچھ مشہور آرکیٹیکٹوں کے نام بتایئے۔

18.6 ہندوستانی قصبے اور شہر

اس سبق میں آپ ہندوستان میں قدیم، وسطی اور جدید دور میں فن تعمیر کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ اس سے پہلے کے حصہ میں آپ نے اسکول آف پلاننگ اور آرکیٹیکچر کے بارے میں پڑھا ہے جو دہلی میں واقع ہے۔آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ عمارت سازی اور منصوبہ بندی کا ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس منصوبہ بندی سے مراد شہری منصوبہ بندی ہے، جو شہری ترقی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یہ بات عیاں ہے کہ جب ہم عمارت سازی کے بارے میں سوچتے یا اس کی بات کرتے ہیں، تو ہمیں شہری منصوبہ بندی یا شہری ترقی کے بارے میں سوچنا ہوتا ہے۔سبق کے اس حصہ میں ہم ہندوستانی میں قصبوں اور شہروں کی افزائش اور ان کے وجود کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ یہ یقیناً ایک دلچسپ کہانی ہے۔ہم عصری ہندوستان کے چار بڑے شہروں، چنئی، ممبئی، کولکاتہ اور دہلی کے بارے میں بھی کچھ معلومات حاصل کریں گے۔ہم ان شہروں کی ابتداء کے بارے میں پتہ لگائیں گے اور ان کے اہم شہری ڈھانچوں اور عمارتوں کے بارے واقفیت حاصل کریں گے۔

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ہندوستان میں شہری منصوبہ بندی کی ایک طویل تاریخ ہے، جس کا آغاز ہڑپائی تہذیب سے ہوتا ہے (جس کو بعض مؤرخین سندھ، سرسوتی تمدن بھی کہتے ہیں) شہری منصوبہ بندی کی اس تاریخ کا سلسلہ 2350 قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے، جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے ہڑپا اور موہنجوداڑو کے دو شہروں میں پانی کی نکاسی کے بہتر نظام موجود تھے، ان میں راستے تھے جو چوراہوں پر ایک دوسرے کو قطع کرتے تھے۔ایک قلعہ تھا جو بلند جگہ پر بنا ہوا تھا اور اس کے نشیبی حصہ میں عام آدمیوں کی رہائش تھی۔ راجستھان میں کالی بنگم اور گجرات میں سرکوڈا اسی طرح کے شہری ڈھانچے تھے۔600 قبل مسیح کے بعد سے ہمیں اور بڑی تعداد میں قصبوں اور شہروں کے نشان ملتے ہیں جو آریائی اور دراوڑی تہذیبوں کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ یہ شہر تھے، راجگیر ، وارانسی، ایودھیا، ہستنا پور، اجین، سرسواتی، کپل وستو اور کوشامبی۔ہمیں موریائی دور سے وابستہ کئی قصبوں کا پتہ چلتا ہے، جنھیں ''جن پد'' (چھوٹا قصبہ) اور ''مہاجن پد'' (بڑا قصبہ) کہا جاتا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ اس پس منظر میں تبدیلی آئی۔قصبوں میں اسلامی اثر واضح طور پر نظر آنے لگا۔مساجد، قلعے اور محلات اب شہری منظر کا حصہ تھے۔ابوالفضل کے مطابق 1594 عیسوی میں



نوٹس

قصبوں کی تعداد 2,837 تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کئی بڑے دیہات چھوٹے قصبوں میں تبدیل ہوگئے اور انھیں ''قصبہ'' کہا جانے لگا۔ ان قصبوں میں جلد ہی کاریگروں اور دستکاریوں کی مصروفیات شروع ہوگئیں اور وہ یہاں بسنے لگے اور انھوں نے وقت کے ساتھ اپنی منتخبہ دستکاریوں اور ہنروں میں مہارت حاصل کرلی۔ مثال کے طور پر چمڑے سنگ مرمر کا کام آگرہ میں ہوتا تھا۔ سندھ سوتی کپڑوں اور ریشم کے لیے مشہور تھا، جبکہ گجرات سونے اور ریشم کے دھاگوں سے بنائی کے لیے مشہور تھا اور یہاں بروکیڈ تیار ہوتا تھا جسے دنیا کے دوسرے ملکوں کو برآمد کیا جاتا تھا۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یوروپی بحری راستہ سے ہندوستان آئے اور اس طرح سے انھوں نے نئے بندرگاہی شہر مثلاً گوا میں پناجی (1510) مہاراشٹر میں بمبئی (1532)، مچھلی پٹنم (1605)، ناگ پٹنم (1658)، مدراس (1639) اور مشرق میں کلکتہ (1690) قائم کیے۔ انگریزوں کے ذریعہ ان بندرگاہی شہروں کو قائم کرنے کی وجہ سے تھی کہ اس وقت تک برطانیہ دنیا کی بڑی صنعتی معیشت بن چکا تھا، جبکہ برطانوی صنعتوں کے لیے ہندوستان خام موادوں کا بڑا فراہم کنندہ تھا اور برطانوی مصنوعات کا سب سے بڑا خریدار بھی تھا۔ 1853 کے بعد انگریزوں نے مصنوعات کو اندرون ملک سے بندرگاہوں تک یا ان علاقوں تک مال کی آمد و رفت کے لیے ریلوے لائنیں بچھائیں جہاں سے خام موادوں کو فراہمی ہوتی تھی یا تیار مصنوعات کو وصول کیا جاتا تھا۔ 1905 تک برطانیہ کے معاشی، سیاسی اور فوجی مفادات کی تکمیل کے لیے تقریباً 28,000 میل ریلوے اور لائن بچھائی جاچکی تھی۔ مواصلات کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے ڈاک اور ٹیلیگراف کی لائنیں بھی بچھائی گئی تھیں۔

20 ویں صدی کے آغاز تک بمبئی (اب ممبئی) کلکتہ (اب کولکاتہ اور مدراس (اب چنئی) انتظامیہ اور کاروبار کے ساتھ ساتھ صنعتی اعتبار سے بھی مشہور شہر بن چکے تھے۔ کچھ مقامات مثلاً کلکتہ میں ڈلہوزی اسکوائر، مدراس میں سینٹ جارج فورڈ، دہلی میں کناٹ پلیس اور بمبئی میں میرین ڈرائیو انگریزوں کو ان کے اپنے گھروں کی یاد دلاتے تھے، لیکن وہ یوروپ میں اپنے ملک کے ٹھنڈے ماحول کے بھی خواہش مند تھے۔ چنانچہ ہندوستان کی حبس آمیز گرمی سے بچنے کے لیے انھوں نے ان بڑے شہروں کے نزدیک پہاڑی مقامات پر اپنے نئے مراکز بنائے۔ یہ نئے مراکز شمال میں مسوری، شملہ اور نینی تال، مشرق میں دارجلنگ اور شیلانگ اور جنوب میں نیلگری اور کوڈی کونال تھے۔

قصبوں میں نئے رہائشی علاقے مثلاً سول لائنس اور کنٹونمنٹ قائم کیے گئے۔ وہ علاقے جہاں سول انتظامیہ کے افسران رہتے تھے، سول لائنس کہلاتے تھے، جبکہ کنٹونمنٹ علاقے میں برطانوی فوجی افسران رہا کرتے تھے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ دونوں علاقے ان دنوں کی طرح آج بھی سول افسران اور فوجی افسران کے رہائشی علاقے ہیں۔



نوٹس

آیئے اب ہم چار میٹرو پالیٹن شہروں چنئی، کولکاتا، ممبئی اور دہلی کے بارے معلوم حاصل کرتے ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 13.5

1۔ قدیم ہندوستان سے تعلق رکھنے والے پانچ شہروں کے نام بتایئے؟

(i _____ (ii، _____ (iii، _____،

(iv _____ (v، _____

2۔ ان پانچ جگہوں کے نام بتایئے جہاں انگریزوں نے بندرگاہیں بنائیں؟

(i _____ (ii، _____ (iii، _____،

(iv _____ (v، _____

3۔ ان پانچ ہل اسٹیشنوں کے نام بتایئے جنھیں انگریزوں نے ڈیولپ کیا؟

(i _____ (ii، _____ (iii، _____،

(iv _____ (v، _____

4۔ سول لائنز میں کون رہتا تھا؟

_____

5۔ کنٹونمنٹ کیا تھے؟

_____

13.6.1 چنئی

چنئی کا پرانا نام مدراس تھا۔ یہ ریاست تمل ناڈو کی راجدھانی ہے اور ہندستان کے چار میٹرو پالیٹن شہروں میں سے ایک ہے۔ یہ شہر سینٹ جارج فورٹ کے اردگرد بسایا گیا تھا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ قریب کے قصبے اور گاؤں اس میں سما گئے۔ 19ویں صدی عیسوی میں یہ برطانوی سامراجی ہندوستان کا جنوبی ڈویژن، مدراس پریذیڈنسی بن گیا۔ 1947 میں ہندوستان کی آزادی کے بعد یہ شہر مدراس ریاست کی راجدھانی بن گیا جس کا 1968 میں نیا نام تمل ناڈو رکھا گیا۔ اس نے اپنے روایتی تامل ہندو ثقافت کو پھر سے اپنا لیا اور بیرونی اثر اور ہندوستانی ثقافت کا ایک منفرد امتزاج پیدا کیا۔ چنئی میں برطانوی اثر اس کے مختلف کیتھیڈرلوں اور درختوں سے گھری ہوئی چوڑی سڑکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔



نوٹس

ہائی کورٹ کی عمارت: یہ عمارت 1892 میں تعمیر کی گئی۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کورٹس آف لندن کے بعد یہ دنیا کی سب سے بڑی عدالتی عمارت ہے۔ اس شہر کی مرکزی علامت سینٹ جارج فورٹ ہے، اس کے سجاوٹی گنبد اور کروریڈو نئے فن تعمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔



آئس ہاؤس: اس کو برف کے بڑے تودوں کو اسٹور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، جنھیں نو آبادیاتی دور کے دوران شمالی امریکہ کی اگریٹ لیکس سے کاٹ کر بحری جہازوں کو ذریعہ ریفریجریشن کے مقصد سے ہندوستان بھیجا جاتا تھا۔

اس مدت کے دوران تعمیر کی گئی ایک دوسری خوبصورت عمارت سینٹ جارج چرچ ہے، جس میں چوڑے گاتھی محراب اور رنگین شیشے ہیں۔ اس میں حلقے اور ایزل بنے ہوئے ہیں۔ ایک ٹاور اور اس پر مخروطی شکل کا ایک کلس بھی ہے۔ اس کی دیواریں ٹائل کے رنگین ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں سے بنی ہوئی ہیں۔ عمارت کے سامنے کی دیوار کرلا پتھر سے اور جبکہ ستون محرابیں اور سجاوٹ پور بندر پتھر سے کی گئی ہے۔ اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی ہے اور فرش کے لیے ٹائلوں کو انگلینڈ سے درآمد کیا گیا تھا۔



اسی دور کی بنائی ہوئی ایک اور عمارت جنرل پوسٹ آفس ہے۔ اس عمارت کی تکمیل 1872 میں ہوئی۔ جنرل پوسٹ آفس کی اس عمارت میں ایک وسیع مرکزی ہال ہے، جس کے اوپر ایک بہت اونچا گنبد بنا ہوا ہے۔ اس کو مقامی بیسالٹ (زرد پتھر) سے بنایا گیا ہے اور اس کی آراستگی کھولا کے پیلے رنگ کے پتھر سے کی گئی ہے۔ اندر سنگ مرمر کی سطح کی میزیں بنی ہوئی ہیں۔ چھتیں قوس نما ہیں اور انگریزوں کی دولت و امارت کا مظاہرہ کرنے کے لیے گھماؤ دار سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔

13.6.2 کولکاتا



کولکاتہ کی ابتدا اور اس کی تاریخ کو کھوج کرنا انتہائی دلچسپ کام ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ شہر 1911 تک برطانوی ہندوستان کی راجدھانی تھا۔ برطانیوں کی توسیع کے نتیجے میں کلکتہ کا قیام 1686 میں ہوا۔ 1756 تک یہ شہر ترقی کرتا رہا۔ جب بنگال کے نواب سراج الدولہ نے اس شہر پر



نوٹس

حملہ کیا اور انگریز کو اس شہر سے مار بھگانے پر کامیاب ہوا۔ اس سے اگلے برس 1757 میں پلاسی کی جنگ ہوئی، جس میں رابرٹ کلائیو نے نواب کو شکست دے کر دوبارہ اس شہر پر قبضہ کرلیا۔

1774 میں کلکتہ میں سپریم کورٹ کے قیام کے بعد یہ قانون و انصاف کا صدر مقام بن گیا۔ 1911 میں برطانوی ہندوستان کا دار الحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل ہوگیا۔ آپ شاید اس بات سے واقف ہوں گے کہ 2001 میں کلکتہ کا نام بدل کر سرکاری طور پر اس کا نام کولکاتہ رکھا گیا۔ آیئے اب ہم کولکاتہ کی مشہور عمارتوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔



ہاوڑہ پل دریائے ہگلی پر بنا ہوا ہے۔ یہ ہاوڑہ شہر کو کلکتہ سے جوڑتا ہے۔ یہ 270 فٹ اونچے دو ستونوں پر ٹکا ہوا ہے۔ اور اس کو کسی بھی نٹ بولٹ کا استعمال کیے بغیر تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ پل کلکتہ کی ایک اہم علامت ہے۔ یہ غالباً دنیا کا سب سے مصروف پل ہے۔



شمالی کلکتہ میں واقع ماربل پیلیس کو 1835 میں تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ایک انتہائی عمدہ آرٹ گیلری ہے۔ اس میں آرٹ، مجسمے، تصاویر، آئل پینٹنگس اور اسی طرح کی دوسری اشیاء نمائش کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔ اس میں ایک چڑیا گھر بھی ہے جہاں مختلف طرح کے پرندے اور جانور موجود ہیں۔ درحقیقت یہاں پرندوں کی نایاب اقسام موجود ہیں۔



فورٹ ولیم دریائے ہگلی کے کنارے پر بنا ہوا ہے۔ اس کو رابرٹ کلائیو کی تجویز کے مطابق برطانیوں نے 1696 میں بنوایا تھا۔ اس کی تعمیر 1780 تک مکمل ہوئی۔ فورٹ ولیم کی تعمیر کا بنیادی مقصد حملہ آوروں کے حملوں سے دفاع کرتا تھا۔ فورٹ ولیم کے آس پاس کا صاف کیا گیا علاقہ میدان میں تبدیل ہوگیا۔ جہاں آج بھی کئی



نوٹس

میلے اور نمائشیں منعقد ہوئی ہیں۔



کلکتہ کا وکٹوریہ میموریل ہال ایک شاندار میوزیم ہے۔ اس میوزیم کو 1921 میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ ایک دلچسپ جگہ ہے جو سیاحوں کو دنیا کی قدیم تاریخ میں لے جاتی ہے۔ آج وکٹوریہ میموریل کولکاتہ کا سب سے بہترین میوزیم ہے۔ یہ عمارت 184 فٹ بلند اور اس کو 64 ایکڑ زمین پر تعمیر کیا گیا ہے۔



کیا آپ جانتے ہیں کہ کلکتہ کا ایڈن گارڈن کرکٹ کلب 1864 میں قائم کیا گیا تھا۔ آج اس میں 1,20,000 افراد بیٹھ کر میچ دیکھ سکتے ہیں۔ کلکتہ کا ایڈن گارڈن یقینی طور پر ایسی جگہ ہے جس کو ضرور دیکھنا چاہیے۔



رائٹرز بلڈنگ کی تعمیر 1690 میں شروع ہوئی تھی۔ اس کے نام کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جونیئر محرروں کی رہائش گاہ تھی جن کا تعلق ایسٹ انڈیا کمپنی سے تھا۔ گاتھی طرز کی یہ عمارت لیفٹیننٹ گورنر ایشلے ایڈن کے دور میں تعمیر ہوئی تھی۔ (1877)

19.6.3 ممبئی

کیا آپ جانتے ہیں کہ ممبئی بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع ہے، جو ہندوستان کا مغربی ساحل ہے۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہ علاقہ کسی زمانے میں سات جزائر کا مجموعہ تھا۔ گو کہ یہ جگہ ماقبل تاریخ سے ہی آباد ہے، لیکن ممبئی کی تاریخ کا آغاز 17 ویں صدی عیسوی میں انگریزوں کی آمد کے بعد سے ہوتا ہے جب اس کو بمبئی کے طور پر جانا گیا۔ تاہم اس شہر نے اپنی اس شکل وصورت 19 ویں صدی میں اختیار کی۔ یہ پہلا ہندوستانی شہر تھا جہاں ریلوے موجود تھی۔ کلکہ کے ساتھ بمبئی دوسرا ایسا شہر تھا جہاں سے اخبارات چھپتے تھے۔



نوٹس

ہندوستانی فن تعمیر



19ویں صدی کے نصف ثانی میں ممبئی میں گاتھی وکٹوریہ طرز کے مطابق کئی شہری اور عوامی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ ان عمارتوں میں سکریٹریٹ (1874) کونسل ہال (1876)اور انسٹن کالج (1890)شامل ہیں، لیکن سب سے زیادہ متاثر کن عمارت وکٹوریہ ٹرمنل ہے۔ (اس ٹرمنل کا نام اب چھترپتی شیواجی ٹرمنل ہے) یہ بڑا ریلوے اسٹیشن (1890)میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ ایک ریلوے اسٹیشن کم اور کیتھڈرل زیادہ نظر آتا ہے۔ یہ عمارت آرائشی پٹیوں، رنگین شیشوں والی کھڑکیوں اور اونچی دیواروں پر مشتمل ہے۔



ممبئی کا مشہور گیٹ وے آف انڈیا زرد پتھر سے ہند، مشرقی طرز کے مطابق بنا ہے۔ اس گیٹ کو جارج پنجم اور اس کی ملکہ ہندوستان کے دورے کے وقت ان کے خیر مقدم کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کی تعمیر 1924 میں مکمل ہوئی اور اس کی تعمیر پر 24لاکھ روپے کی لاگت آئی تھی جو اس زمانے کے لحاظ سے ایک خطیر رقم تھی۔ اس کا ایک 26 میٹر بلند محرابی دروازہ ہے۔ چار برج ہیں اور زرد آتشی پتھر پر نازک جالیاں بنائی گئی ہیں۔

آزادی کے بعد سے ممبئی ہندوستان کا بڑا کاروباری اور صنعتی مرکز رہا ہے۔ اسٹاک ایکسچینج، کاروباری مراکز، مشہور فلمی صنعت، جسے بالی ووڈ کہا جاتا ہے یہاں دور جدید اور مغربیت کی تقلید کی ہر چیز موجود ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ آج ہندوستان کا سب سے اہم مالیاتی شہر ہے۔ جہاں کپڑے، مالیات اور فلمی صنعتیں ہیں۔ آپ بالی ووڈ سے واقف ہیں جو دنیا کی سب سے بڑی فلمی صنعت ہے۔ ممبئی شہر جو کبھی گیٹ وے آف انڈیا تھا، آج بھی برطانوی حکومت کے اثرات کو درشاتا ہے۔

متن پر مبنی سوالات 13.6

1۔ چنئی کی چار مشہور جگہوں کے نام بتایئے؟

(i _____ (ii _____



(iii) _____ (iv) _____

2۔ کولکاتہ کے چار مشہور مقامات کے نام لکھیے۔

(i) _____ (ii) _____

(iii) _____ (iv) _____

3۔ ممبئی کی چار مشہور جگہوں کے نام لکھیے۔

(i) _____ (ii) _____

(iii) _____ (iv) _____

13.6.4 دہلی



کیا آپ جانتے ہیں کہ دہلی 1911 میں برطانوی ہندوستان کی راجدھانی بنا؟ اسی وجہ سے دہلی نے 2011 میں اپنی 100 ویں سالگرہ منائی۔ظاہر ہے کہ جدید شہر جسے نئی دہلی کہا جاتا ہے۔ 1911ء میں بسا۔تاہم دہلی کی تاریخ اس سے کہیں زیادہ پرانی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ سات قدیم اور اہم شہر تھے جنھوں نے دہلی کی تشکیل کی۔ یہ مانا جاتا ہے کہ دہلی کا پہلا شہر جمنا کے دائیں کنارے پر پانڈوؤں کے سب سے بڑے بھائی یدھشٹر نے اندر پرستھ کے نام سے تعمیر کیا تھا۔آپ کو یقیناً مہا بھارت کی کہانی یاد ہوگی جو پانڈوؤں اور کوروؤں کی داستان ہے۔لوک داستانوں کے مطابق دہلی کی بنیاد راجہ ڈھلو نے ڈالی تھی۔دوسری صدی عیسوی کے دوران جغرافیہ داں ٹامی نے دہلی کو اپنے نقشہ پر ''دائے دالا'' کے طور پر دکھایا تھا۔

لیکن اس سے بہت پہلے ان گنت ہڑپا مقامات سے شہر کے نمونے کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے، اسی طرح کے ایک شہر کو اب دہلی کہا جاتا ہے۔ اگر آپ دہلی میں نیشنل میوزیم جائیں تو آپ کو اس طرح کی شہادت مل سکتی ہے۔اس زمانے سے لے کر اب تک دہلی میں وسعت ہی ہورہی ہے۔اب یہ اتنا پھیل چکا ہے کہ یہ نہ صرف ملک کا بلکہ دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔



دہلی کے ساتھ ایک اور دلچسپ داستان جڑی ہوئی اور وہ داستان یہ ہے کہ راجہ اشوک کے زمانے میں قطب مینار کے کمپلکس میں ایک سانپ واسوکی لوہے کے ایک ستون کے نیچے دب گیا۔ کئی برسوں کے بعد لال کوٹ کے تومر راجہ انگ پال نے دہلی میں



نوٹس

اپنا راج قائم کیا۔ اس نے اس ستون کو نکلوا کر سانپ کو آزاد کر دیا۔ اس وقت یہ پیش گوئی کی گئی کہ دہلی پر کوئی بھی حکمراں زیادہ طویل مدت تک حکومت نہیں کر پائے گا۔ تومروں کے بعد دہلی پر چوہان راجاؤں کا قبضہ ہو گیا۔ جنھوں نے ایک شہر کی تعمیر کی جسے قلعہ رائے پتھورا کہا جاتا تھا۔ یہ شہر مہرولی کے نزدیک لال کوٹ کے علاقہ میں تھا۔ اسی خاندان کے پرتھوی راج چوہان نے مہرولی سے حکومت کی۔

دہلی اس وقت ایک بار پھر نمایاں ہوا جب یہاں غلام خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ قطب الدین ایبک نے مشہور قطب مینار کی تعمیر شروع کی، جس کو بعد میں التمش نے مکمل کروایا۔



بعد میں جب علاء الدین خلجی سلطان بنا تو اس نے سری کو اپنے اقتدار کا مرکز بنایا۔ سری فورٹ آج بھی موجود ہے۔ اور دہلی میں اس علاقہ کو شاہ پور جٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سری کو بھی اپنی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ علاء الدین خلجی کی حکومت کو منگولوں کی جانب سے مستقل خطرہ رہتا تھا۔ کچھ منگولوں نے جو اس شہر میں رہائش پذیر تھے بغاوت کر دی۔ علاء الدین نے ان کے سر قلم کروا دیے اور ان کو اس شہر کی دیوار کے نیچے دبوا دیا۔ اس طرح سے اس جگہ کو سری (یعنی سر) کہا جانے لگا۔



کچھ برسوں کے بعد جب تغلق خاندان اقتدار میں آیا تو سلطان غیاث الدین تغلق نے ایک شہر تعمیر کروایا جس کا نام تغلق آباد تھا۔ اس کو قلعہ بند شہر کے طور پر تعمیر کروایا گیا تھا۔ غیاث الدین تغلق کی موت کے بعد محمد بن تغلق (1320-1388) نے پرانے شہروں کو ایک شہر میں ضم کر دیا اور اس کا نام جہاں پناہ رکھا۔

ابن بطوطہ جس کا تعلق محمد بن تغلق کے دربار سے تھا، نے اس شہر کے بارے انتہائی دلچسپ ذکر کیا ہے۔ اس نے اس شہر کے بارے میں کہا کہ ''یہ ہندوستان کا ام البلد ہے۔ ایک وسیع و عریض اور عظیم الشان شہر ہے۔ جہاں خوبصورتی بھی ہے اور مضبوطی بھی۔ یہ ایک ایسی دیوار سے گھرا ہوا ہے، جس کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں ہے اور یہ ہندوستان کا سب سے بڑا شہر ہے، بلکہ یہ مسلم ایشیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔



نوٹس

تغلق خاندان کا ایک دوسرا اہم حکمراں فیروز شاہ تغلق تھا۔ اس کے اپنے دورِ حکومت میں دہلی کی بہت بڑی آبادی تھی اور یہ وسیع علاقہ پر پھیلا ہوا تھا۔ اس نے فیروز آباد شہر بسایا جو فیروز شاہ کوٹلہ کے نزدیک تھا۔ تاہم 1398 میں سمرقند کے بادشاہ تیمور کے حملے میں جہاں پناہ کے ساتھ اس شہر کی شان و شوکت بھی تباہ ہوگئی۔ تیمور ہندوستانی ماہرین تعمیر اور مستریوں کو سمرقند کی مسجدوں کی تعمیر کے لیے اپنے ساتھ لے گیا۔ بعد کے حکمرانوں نے اپنا دارالحکومت آگرہ کو بنالیا۔

یہ مغل بادشاہ ہمایوں تھا، جس نے قدیم شہر اندر پرستھ کے کھنڈرات پر دین پناہ تعمیر کیا۔ تاہم ہمایوں کے پوتے شاہ جہاں نے دہلی کی پرانی شان و شوکت اسے لوٹا دی۔ اس نے 1639 میں لال قلعہ کی تعمیر شروع کی اور 1648ء میں اس کو مکمل کیا۔ 1650 میں اس نے مشہور جامع مسجد کی تعمیر شروع کی۔ شاہ جہاں کا شہر شاہ جہان آباد کہلاتا تھا۔ دہلی کے شعرا درد، میر تقی میر اور مرزا غالب کی غزلوں کی زبان اردو اسی دور میں مشہور ہوئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں آباد عراق کے شہر بغداد اور ترکی کے شہر قسطنطنیہ سے زیادہ خوبصورت تھا۔ بعد صدیوں میں نادر شاہ (1739) اور احمد شاہ ابدالی (1748) کے حملوں اور اندرونی جھڑپوں نے اسے تاراج کر دیا، لیکن ان سب دشواریوں کے باوجود دہلی کی شان آج بھی برقرار ہے۔ یہاں موسیقی ہے، رقص کے پروگرام ہیں انواع اقسام کے لذیذ کھانے ہیں اور ایک ثروت مند اور ثقافت کی مالک یہ دلی آج بھی ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ دہلی 24 صوفیوں کی رہائش گاہ تھی، جن میں سب سے زیادہ مشہور صوفیوں کا تعلق جہاں پناہ شہر سے تھا۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

1۔ قطب الدین بختیار کاکی جن کی درگاہ مہرولی میں ہے۔
2۔ نظام الدین اولیا جن کی درگاہ نظام الدین میں ہے۔
3۔ شیخ نصیر الدین محمد جو چراغِ دہلی کے نام سے مشہور تھے۔
4۔ امیر خسرو، عظیم شاعر، موسیقار اور اسکالر تھے۔

1707ء کے بعد مغل اقتدار کمزور ہوگیا اور دہلی اپنا ہی دھندلا سا سایہ بن کر رہ گئی۔ 1803 میں انگریزوں نے مراٹھوں کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کرلیا۔ کشمیری گیٹ اور سول لائنز کے علاقے اہم علاقے بن گئے جہاں انگریزوں نے کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ 1911 میں انگریزوں نے اپنا دارالحکومت دہلی کو بنالیا اور ایک بالکل ہی نئے شہر کی تعمیر کی جس کو نئی دہلی کا نام دیا گیا اور بہت بڑے پیمانے پر اس کی تعمیر کی گئی۔ انڈیا گیٹ وائسرائے ہاؤس، جس کو اب راشٹرپتی بھون کہا جاتا ہے، پارلیمنٹ ہاؤس اور نارتھ اور ساؤتھ بلاکوں کو برطانوی حکومت کی ہندوستانی رعایا کو مرعوب کرنے کے لیے تعمیر کیا گیا۔ اس کا مقصد برطانیہ کی برتری، اس کی زبردست طاقت اور ضابطہ پرستی کا اظہار کرنا تھا۔ یہ نیا شہر 1932 میں مکمل ہوا۔ کناٹ پلیس شہر کے کاروباری مرکز کے طور پر برقرار تھا۔ دہلی آج بھی ہندوستان کا ایک اہم کاروباری ثقافتی اور سیاسی مرکز

ہے۔ بلند و بالا عمارتیں، خوبصورت پارک، فلائی اوورز، میٹرو، خوبصورت ایئر پورٹ، تعلیمی مراکز، میوزیم، بڑے تھوک بازار، دنیا کے تمام ملکوں کے سفارت خانے اور ہائی کمیشن، بڑے بڑے مال، بڑی صنعتیں وغیرہ اس شہر کو خوبصورت بنانے میں اپنا اشتراک کرتے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ دہلی دل والوں کی ہے۔

متن پر مبنی سوالات 13.7

1۔ دہلی میں سمائے ہوئے شہروں کو اس بادشاہ کے ساتھ ملایئے جس نے اس کی تعمیر کی۔

نمبر شمار	شہر کا نام	بنانے والے بادشاہ کا نام
1۔	اندر پرستھ	پرتھوی راج چوہان
2۔	لال کوٹ	محمد بن تغلق
3۔	مہرولی	یدھشٹر
4۔	سیری	فیروز شاہ تغلق
5۔	جہاں پناہ	ہمایوں
6۔	تغلق آباد	شاہ جہاں
7۔	فیروز آباد	علاء الدین خلجی
8۔	دین پناہ	انگ پال تومر
9۔	شاہ جہاں آباد	غیاث الدین تغلق

2۔ جہاں پناہ علاقہ کے چار مشہور صوفیوں کے نام بتایئے۔

(i) _____ (ii) _____

(iii) _____ (iv) _____

آپ نے کیا سیکھا

- ہندوستانی فن تعمیر اور مجسمہ سازی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب۔
- فن تعمیر ہندوستان کے کسی بھی حصہ کے ثقافتی تنوع کو سمجھنے کی کلید ہے، اس لیے کہ اس پر مختلف ادوار کے کی ثقافتی روایات اور مذہبی رسوم و رواج کا اثر نظر آتا ہے۔



نوٹس

- بودھ اور جین دھرموں نے استوپ، وہار اور چیتیہ تعمیر کروا کے ہندوستان کے قدیم عمارت سازی کی طرز کو فروغ دیا
- گپت، پلّو اور چول راجاؤں کے دور میں مندروں کی تعمیر پھلی پھولی
- دہلی سلطنت اور مغل اپنے ساتھ ایرانی طرز لائے۔ ان کی حکومتوں کے دوران بنی عمارتوں میں ہند۔ ایرانی اثر نظر آتا ہے۔
- برطانوی اور دوسری نوآبادیاتی طاقتوں نے ہندوستانی فن تعمیر پر یوروپی اثر ڈالا اور مقامی طرزوں کے ساتھ اس کا امتزاج کیا اور انھوں نے عمارت سازی کا منفرد نوآبادیاتی اسٹائل دیا جس میں دفتری اور رہائش عمارتوں کا الگ الگ انداز تھا۔
- ہندوستان میں شہری منصوبہ بندی کی تاریخ بہت قدیم ہے جس کا آغاز ہڑپا تمدن سے ہوا تھا۔ شہری منصوبہ بندی کی تاریخ 2350 قبل مسیح سے شروع ہوئی تھی۔
- اس وقت سے کئی قصبے وجود میں آئے۔
- 1594 میں قصبوں کی تعداد 2,837 تھی۔
- 20ویں صدی کے آغاز تک بمبئی (اب ممبئی) کلکتہ (اب کولکاتا) اور مدراس (اب چنئی) انتظامیہ، کاروبار کے ساتھ ساتھ صنعت کے بھی مشہور مراکز بن چکے تھے۔
- دہلی 1911ء میں برطانوی ہندوستان کی راجدھانی بن گیا۔ دہلی کی تاریخ اس سے کہیں زیادہ پرانی ہے۔
- یہ کہا جاتا ہے کہ دہلی سات اہم شہروں کا مجموعہ تھا۔ یہ شہر غالباً اندر پرستھ، لال کوٹ، مہرولی، سِری، تغلق آباد، فیروز آباد اور شاہ جہاں آباد تھے۔

اختتامی سوالات

1۔ ہڑپا تہذیب کی عمارت سازی کی طرز کے بارے میں بتائیے۔
2۔ ہندوستان میں مندروں کی تعمیر میں گپت، پلّو اور چولی راجاؤں کے اشتراک کی وضاحت کیجیے۔
3۔ ہندوستان میں عمارت سازی اور مجسمہ سازی کے مختلف اسٹائل کون سے ہیں؟
4۔ بودھ اور جین دھرموں نے ہندوستان کے فن تعمیر میں بڑا اشتراک کیا۔ وضاحت کیجیے۔
5۔ دہلی سلطنت کے دوران یادگاروں کی تعمیر کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟
6۔ مغلوں کے عہد میں فن تعمیر ہندوستانی، ایرانی، منگول اور مغل طرزوں کا امتزاج تھا، تفصیل سے لکھیے۔

7۔ دہلی کی کہانی اپنے الفاظ میں لکھیے۔

8۔ ''دہلی دل والوں کی ہے۔'' کی حقیقت بتایئے۔اس پر ایک مضمون لکھیے۔اس کے لیے آپ انٹرنیٹ اور لائبریری سے مدد لیجیے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

13.1

1۔ برصغیر ہند میں سلطنتوں اور شاہی خاندانوں کے عروج اور زوال نے ہندوستانی فن تعمیر کی افزائش اور اس کی ہیئت پر گہرا اثر ڈالا۔

2۔ موہنجودڑو کی کھدائی کی جگہ ہر عوامی حماموں کی دریافت ان کے انجینئرنگ ہنر کے بارے میں بتاتے ہیں۔

3۔ خوکشی نگر

4۔ لمبنی، سارناتھ، بودھی درخت، خوکشی نگر

5۔ گپت عہد کے دوران

6۔ مذہبی عمارت سازی گوتم بدھ سے وابستہ ہے۔

7۔ لوتھل گجرات میں

13.2

1۔ لکڑی کو تراش کو بنایا گیا ایک بڑا محل

2۔ سانچی استوپ اور سارناتھ استوپ

3۔ یک سنگی ستون پر

4۔ گندھار آرٹ

متھرا مکتب فکر

امراوتی مکتب فکر

5۔ اڑیسہ میں

6۔ راشٹرکٹ

7۔ پلّو راجہ



نوٹس



8۔ مندر کی تعمیر کا ایک اسٹائل جس میں ومان یا شکارا، بلند دیواریں اور بڑا دروازہ ہوتا تھا جس کے بالائی حصہ پر گئو پرم ہوتا تھا

9۔ برہدیشور مندر

10۔ شکھروں (گھماؤ دار چھتوں) گربھ گرہ (اندرونی عبادت گاہ) اور منڈپ (ستونی دار ہال) کے ساتھ بنے ہوئے مندر

11۔ نرسمہا دیول

12۔ دلوارہ مندر

13.3

1۔ گنبد، محرابیں اور مینار

2۔ قوت الاسلام مسجد، دہلی
قطب مینار، دہلی
محمد تغلق کا مقبرہ
فیروز تغلق کا مقبرہ
ابراہیم لودھی کا مقبرہ، دہلی
شیر شاہ کا مقبرہ۔ سہسرام

3۔ گول گنبد

4۔ مغل عہد کے دوران بنی عمارتوں میں مرصع کاری

5۔ بلند دروازہ

13.4

1۔ بیسیلیکا بوم جیسیس اور سینٹ فرانسس چرچ

2۔ لیوینٹز

3۔ یونانی اور رومن عمارت سازی کے اسٹائل

4۔ اس میں نوآبادیاتی نوادرات رکھے ہوئے ہیں۔

5۔ فرانسیسی آرکیٹیکچر کوربزیئر

6۔ آسٹریائی معمار اسیٹن



نوٹس

7۔ i) راج ریلول
ii) چارلس کوریا

13.5

1۔ ہڑپا، موہنجودڑو، کالی بنگم، سورکوڈا راجگیر ، وارانسی، ایودھیا، ہستنا پور، اجین، سرواستی، کپل وستو، کوشامبی یا دوسرے جن کا ذکر اس سبق میں نہیں ہوا ہے۔

2۔ پناجی، بمبئی، مچھلی پٹنم، ناگ پٹنم، مدراس، کلکتہ میں سے کوئی سے پانچ یا دیگر جن کا ذکر اس سبق میں نہیں ہوا ہے۔

3۔ مسوری، نینی تال، دارجلنگ، شیلانگ، نیلگری، کوڈے کنال اور دیگر میں سے کوئی سے پانچ جن کا ذکر اس سبق میں نہیں ہوا ہے۔

4۔ سول افسران

5۔ افسران

13.6

1۔ ہائی کورٹ کی عمارت، آئس ہاؤس، سینٹ جارج چرچ، جنرل پوسٹ آفس یا دیگر میں سے کوئی پانچ جن کا حوالہ اس کتاب میں نہیں دیا گیا ہے۔

2۔ ہاوڑہ برج، ماربل پیلس، رائٹرز بلڈنگ، فورٹ ولیم، ایڈن گارڈن، وکٹوریہ میموریل ہال اور دیگر میں سے کوئی سے چار جن کا حوالہ اس سبق میں نہیں دیا گیا ہے۔

3۔ سیکریٹریٹ، کونسل ہال، انفسٹون کالج، وکٹوریہ ٹرمنس (اب چھترپتی شیواجی ٹرمنس) گیٹ وے آف انڈیا یا دوسری جگہوں میں سے کوئی سے چار جن کا حوالہ اس کتاب میں نہیں ہے۔



نوٹس

13.7

1۔

نمبر	شہر کا نام	تعمیر کرنے والے بادشاہ کا نام
1۔	اندر پرستھ	یدھشٹر
2۔	لال کوٹ	انگ پال تومر
3۔	مہرولی	پرتھوی راج چوہان
4۔	سری	علاءالدین خلجی
5۔	جہاں پناہ	محمد بن تغلق
6۔	تغلق آباد	غیاث الدین تغلق
7۔	فیروز آباد	فیروز شاہ تغلق
8۔	دین پناہ	ہمایوں
9۔	شاہ جہان آباد	شاہ جہاں

2۔ قطب الدین بختیار کاکیؒ، نظام الدین اولیاؒ، شیخ نصیر الدین محمد، امیر خسروؒ یا دیگر جن کا نام اس سبق میں نہیں دیا گیا ہے۔